

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکل

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

(ریل کے خطرناک حادثہ میں دعا کی برکت سے بچنے والے مسافروں کی کہانی)

موت کے منہ میں جا کر واپس آنے کا محاورہ سنا تو تھا لیکن دیکھا نہیں تھا ۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء کو کوکن ریلوے کے ایک خطرناک حادثہ میں نہ صرف اپنے ساتھیوں کو موت کے منہ سے واپس آتے دیکھا بلکہ میں خود بھی واپس آیا اللہ جسے پجانا چاہے اور اسکی زندگی کا آب و دانہ باقی رکھے تو اسے وہ فضا کی بے پناہ بلندیوں سے گرا کر بھی محفوظ رکھتا ہے جیسا کہ گزشتہ ماہ روس کی فوج کا ایک جزل بائیس ہزار فٹ کی بلندی سے جہاز کے ایک حادثہ کے بعد گر کر بچ گیا۔

۱۷ جولائی ۲۰۰۳ء کو سوڈان اریویر کا ایک ہوائی جہاز ہزاروں فٹ کی بلندیوں سے پھٹ کر گرا اور اس میں تمام ایک سو چودہ مسافر ہلاک ہوئے صرف ایک دو سالہ بچہ عبداللہ بچ گیا اسی طرح کسی کی مدت حیات ختم ہو جائے تو فٹ دو فٹ کے فاصلہ سے گر کر اور زخمی نہ ہو کر بھی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے دارالمصنفین اعظم گڑھ کے سابق ناظم صباح الدین عبدالرحمن صاحب ندوۃ العلماء میں میرے زمانہ طالب علمی کے دوران لکھنؤ میں سائیکل رکشہ سے اس وقت گرے جب ایک گائے سامنے آگئی۔ اور رکشہ نے بریک لگایا۔ وہ دو ڈھائی فٹ اوپر سے گرے نہ زخم نہ خراش لیکن اسی وقت جان بحق ہوئے۔

۲۲ جولائی ۲۰۰۳ء کو ہندوستان میں مغربی ساحل پر سات آٹھ سال قبل شروع ہوئے کوکن ریل کے اب تک کہ سب سے بڑے ریلوے حادثہ سے خود ہم لوگ دوچار ہوئے لیکن اللہ نے حیرت انگیز طریقہ پر اپنی قدرت و نعمت کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ ہم سے متصل ڈبے والے درجنوں لوگوں نے اسی وقت زخموں کی تاب نہ لا کر داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم فضل خداوندی سے محفوظ و مامون رہے جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں ششماہی کی چھٹیوں میں مہاراشٹر اور گجرات کے مدارس کے دورہ پردس اساتذہ پر مشتمل ایک وفد مہتمم مولانا عبدالباری صاحب ندوی کی قیادت میں روانہ ہوا اتوار کا دن تھا ہم لوگ دوپہر کو رتناگیری جانے کے لئے کاروار اسٹیشن پہنچے چونکہ ہماری ریزرویشن نہیں تھی اور سفر بھی دن میں اور وہ بھی صرف پانچ گھنٹے کا تھا اس لئے ہم لوگ کاروار مسمیٰ ہالی ڈے اسٹیشن ٹرین کی جزل بوگی میں جو پوری نالی تھی آرام سے بیٹھ گئے اور الگ الگ سیٹوں پر لیٹنے کے لئے اپنا سامان رکھا۔ چونکہ ٹرین کی روانگی میں غیر معمولی تاخیر ہو گئی تھی اس لئے ہمارے کچھ ساتھی چائے لانے کے لئے ٹرین سے اترے اور کینٹین کا رخ کیا جہاں

ایک ٹی ٹی کی نگاہ ہم پر پڑی اس نے ہم سے پوچھا: آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں اور کہاں بیٹھے ہیں، تفصیل سن کر بڑی لجاجت کے ساتھ اس نے کہا: آپ لوگ پیچھے میری ریزرویشن والی بوگی پر آ جائیے، ہم نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی لیکن دوبارہ جب جب بھی اس کے سامنے سے ہم گزرے وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ آپ لوگ پیچھے میری خالی بوگی میں کیوں نہیں آتے، جب اس کا اصرار بڑھا تو ہم لوگوں نے واپس اپنے کوچ میں جا کر مشورہ کیا، اکثر ساتھیوں کی رائے یہ تھی کہ یہاں سے منتقل ہونے کی چنداں ضرورت نہیں اس لئے کہ بوگی خالی ہے، آرام سے لیٹ کر وقت کٹ جائے گا، بعض ساتھیوں کے اصرار پر یہ فیصلہ ہوا کہ ہم لوگ واپس ٹی ٹی کی بوگی میں چلے جائیں، خواہی نہ خواہی ہم لوگ اس ٹی ٹی کے کوچ میں آ گئے، گاڑی چلی، ہم لوگوں نے سفر کی دعا پڑھی، مغرب کا وقت ہو گیا، نماز کے متعلق اکثر ساتھیوں کا خیال تھا کہ رتنا گری پہونچ کر جمع تاخیر کر لیں گے لیکن بعض ساتھیوں نے اول وقت میں ہی جمع تقدیم کر لی۔ جو ساتھی نماز پڑھنے سے رہ گئے تھے ان کو ایک ساتھی نے یہ کہہ کر کہ زندگی کا کیا بھروسہ ابھی نماز سے فارغ ہو جائیں جمع تقدیم ان سے بھی کروالی، ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے، سب دوستوں نے اپنی اپنی سیٹ پر اپنے معمولات اور اوراد و وظائف مکمل کر لئے، دوبارہ مجلس جمی، یہاں تک کہ شب کے نو بجنے لگے، ٹرین سے باہر آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے سخت اندھیرا تھا، موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ اور ٹرین اپنی پوری رفتار کے ساتھ فی گھنٹہ پچھتر کلومیٹر کے حساب سے والی بھاؤ واڑی اور راجہ پورا اسٹیشن کے درمیان اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی اسی دوران کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک ہماری بوگی لٹکھڑانے لگی، دس پندرہ سیکنڈ تک یہ سلسلہ چلتا رہا سیٹ پر آنے والے ساتھی ایک دوسرے پر گر گئے اور ایسا محسوس ہوا کہ کسی کھائی میں آہستہ آہستہ ہماری ٹرین گر رہی ہے، سب کی زبان سے بے ساختہ بڑی آواز سے کلمہ کی آوازیں بلند ہونے لگی اور یا اللہ یا اللہ کا ایک شور ہر طرف سنائی دینے لگا، کچھ وقفہ کے بعد گاڑی نے بریک لگائی اور ٹرین رک گئی، کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا، کچھ ساتھی دوڑے دوڑے باہر دروازہ کی طرف بھاگے اور نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگے لیکن پٹریوں پر کمر تک پانی تھا اور گپ اندھیرا، اس پر بارش کا نہ رکنے والا سلسلہ مسافروں میں سے کسی نے آواز لگائی کہ کچھ نہیں ہوا ہے، کسی نے زنجیر کھینچ دی ہے، اس لئے ایمر جنسی بریک لگے ہیں۔ جس سے جھٹکے محسوس ہوئے ہیں اور ٹرین رکی ہے، تھوڑی دیر میں ٹرین چلنے لگے گی۔ آپ سب اپنی اپنی نشستوں پر دوبارہ بیٹھ جائیں، دس پندرہ منٹ تک ہم لوگ بھی یہی سوچتے رہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی نیچے اترنے سے سختی سے منع کرتے رہے، کچھ دیر کے بعد ہمت کر کے بائیں طرف سے دروازہ کھول کر دیکھا تو عجیب نظارہ تھا، سامنے پہاڑ تھا جس پر ٹرین چڑھ گئی تھی، ہم سے متصل اگلا ای سی ڈبہ خود دوسرے ڈبہ پر چڑھ گیا تھا، ایک دوسروں کو آواز دی جانے لگی، دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے اکثر ساتھی اور ٹرین کے دوسرے مسافر نیچے اترے، جب کمر تک پانی پار کر کے آگے بڑھنے لگے تو انہیں پانی میں لاشیں ملیں، سب سے پہلے آٹھ لاشیں، پھر ایک لاش ملی، اس کے بعد ایک عورت کی

آگے بڑھتے ہوئے یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا، بارہ تیرہ لاشیں خود ہمارے ساتھیوں نے ہمارے ڈبہ میں پہنچائیں، بڑا عجیب قیامت کا منظر تھا، سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ جنرل بوکی جس میں ہم لوگ کچھ گھنٹوں پہلے سوار تھے اور ٹی ٹی نے ہمیں جہاں سے بڑی منت سماجت سے اٹھوا کر اپنے کوچ میں بٹھایا تھا وہ پوری طرح کٹ کر ایک دوسرے میں اس طرح گھل مل گئی تھی کہ ناقابل شناخت ہو گئی تھی، بکھری لاشیں تھیں، مدد دہ کی چیخ و پکار تھی، کسی کا ہاتھ کٹ گیا تھا اور کسی کا پیڑ کسی کا سر ایک طرف تھا اور دھڑ دوسری طرف، ہمت کر کے ہمارے ساتھی گپ اندھیرے کے باوجود زخمیوں کو بڑی احتیاط سے نکالنے لگے، اور لاشوں کو چادروں میں لپیٹ لپیٹ کر اوپر پہنچانے لگے، مسلسل فی گھنٹہ بھر کام کرنے سے سب کی ہمتیں جواب دینے لگی، اسی دوران پیچھے سے ریلوے ملک پہنچ گئی، اور ہم لوگوں کو مع لاشوں اور زخمیوں کے ان ڈبوں میں جو صحیح سلامت بچ گئے تھے سوار کر کے واپس کنکولی اسٹیشن لے گئی، جہاں پہلے سے اطلاع ملنے کی وجہ سے ایسویٹنس ماور پولیس فورس وغیرہ موجود تھی، دوسرے دن اخبارات سے سرکاری اطلاع کے مطابق ہمیں معلوم ہوا کہ جملہ باون لوگ جان بحق ہوئے اور سو کے قریب زخمی اور حادثہ کی وجہ یہ تھی کہ ہماری ٹرین جب پٹری پر چمکھڑ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی تو رتاگری سے ایک سو کلومیٹر دور ڈرائیور نے دور سے ایک چٹان کو پٹری پر گرا ہوا پایا، جو قریب کے پہاڑ سے موسلا دھار بارش کی وجہ سے تھوڑیدیر پہلے پٹری پر گر گئی تھی حالانکہ پندرہ منٹ پہلے اسی پٹری پر دوسری ٹرین گزر چکی تھی، اچانک ڈرائیور جب پٹری پر چٹان کو گرا دیکھا تو اس نے ٹرین کو روکنے کی کوشش میں بریک لگائے جس سے سب سے پہلے انجن پٹری سے اتری اور گری اور اس سے متصل ہم سے اگلی چاروں بوگیاں ایک دوسرے پر چڑھ گئیں اور یہ خطرناک حادثہ پیش آیا، جس حیرت انگیز طریقہ پر اللہ نے ایک ٹی ٹی کو ذریعہ بنا کر اس نکلے ہونے والی بوگی سے ہمیں اٹھا کر اپنا فضل فرمایا اس کو دیکھ کر ہم سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ نکلا کہ یہ سفر کی اسی دعا کی برکت تھی جسکے پڑھنے پر حدیث شریف میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ اس کا پڑھنے والا پورے سفر میں اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے اور اسی کی نگہبانی میں اللہ ہی اس کے لئے کافی ہوتا ہے اور ہر شر سے اس کو وہ محفوظ بھی رکھتا ہے، اس کا اعلان قریشوں کے ذریعہ بھی ہوتا ہے اور انسان اپنی آنکھوں سے بھی اس کے اثرات دیکھتا ہے، وہ دعا ہے: بِسْمِ اللہ توکلْتُ علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہ میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، تمام طاقتوں و قوتوں کا مالک اور سرچشمہ وہی تھا ہے، اسی سفر کی دعا سبحات الذی سخر لنا هذا وما کنالہ مقرنین وانا الی ربنا لمنتقلون سے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو اللہ جس طرح محفوظ رکھتا ہے اس کے مظاہر ہر جگہ روز روز نظر آتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان روزمرہ کی ان مننون دعاؤں کی سفر حضر اٹھتے بیٹھتے اہتمام سے پابندی کرے جسکے اثرات خود اس دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں اور اسکے پڑھنے پر جو آخرت میں ملنے والا ہے اس کا تو اعزاز ہی نہیں کیا جا سکتا ہے